ہو چکا ہے۔ میں یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جاہل لوگوں کے علاوہ انگریزی پڑھے لکھے لوگ بھی جو عموماً دین اسلام سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے تھے اس فتنے کا شکار ہو گئے تھے۔ ہندوستان کے علاوہ اسلامی ممالک مثلاً مصر، شام، عراق وغیرہ میں بھی قادیانیوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔

شاہ صاحب نے جب یہ دیکھا کہ امتِ مسلمہ ایک سخت امتحان میں مبتلا ہے جس میں اس کی تباہی کا بھی خطرہ ہے تو انھوں نے قادیانی فرقہ کے غلط عقائد کی تردید میں ایک منظّم مہم چلانے کا فیصلہ کیا۔ انور شاہ کاشمیریؒ نے اپنے تلامذہ سمیت ہندوستان میں مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ مسلمانوں کو قادیانی فتنہ سے بچنے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ نے پنجاب اور سرحد کا دورہ کیا۔ قادیانی مقرروں سے مباحثے کیے۔ قادیان میں جا کر قادیانیوں کو صراطِ مستقیم دکھائی تا کہ کسی طرح یہ امت خدائے قدوس اور اس کے پاک نبی خاتم النبیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنے قابلِ فخر تلامذہ کی اعانت سے مختلف رسالے تردیدِ مرزائیت میں عربی زبان میں شائع کیے اور مصر شام اور دوسرے ممالک میں ان کی مفت تقسیم کی۔ تا کہ یہ ممالک بھی قادیانی فرقہ کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس فتنے کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے جگہ جگہ تبلیغی جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔ رسالے اور کتابیں شائع کی گئیں۔ پیچیدہ مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ الغرض شاہ صاحب نے اپنی علالت، بڑھاپے اور علمی مشاغل کے باوجود دن رات اس فتنے کی روک تھام میں صرف کر دیئے۔ انھوں نے ہندوستان کے دوسرے علماء وفضلاء کو اصلاح قوم کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے اپنے استاد کے کیے ہوئے کام کو جاری رکھا اور اب بھی وہ اس ضمن میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل نہیں ہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆

قارئین متوجہ ہوں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرا لیں۔ جن قارئین کا زرتعاون سالانہ دسمبر ۲۰۰۸ء میں ختم ہو چکا ہے، براہِ کرم اپنا سالانہ زرِتعاون ۲۰۰ روپے ارسال فرما دیں۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

بیگم چودھری افضل حق سے شرفِ ملاقات

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مفکرِ احرار، تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما، چودھری افضل حقؒ کی گھریلو اور اجتماعی زندگی کے متعلق دلچسپ یادیں۔ بیگم افضل حق مرحومہ کی زبانی

یہ اواخر ۱۹۸۲ء کی بات ہے۔ جب میرا بیگم افضل حق صاحبہ سے رابطہ ہوا۔ اوّل اوّل ان سے رسمی نوعیت کی ملاقاتیں رہیں۔ لیکن جلد ہی مرحومہ کی طبعی شفقت کے دروازے مجھ پر کھلتے چلے گئے۔ ان دنوں میں اپنی کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور پاکستان کے ضمن میں لاہور اکثر جایا کرتا تھا۔ جب بھی لاہور جاتا بیگم افضل حق صاحبہ سے ضرور ملاقات ہوتی اور ہر ملاقات میں ان سے میں چودھری افضل حق مرحوم کے متعلق مختلف استفسارات کرتا جن کے جواب وہ کمال یاداشت کے ساتھ دیا کرتیں۔ مختلف لوگوں سے قومی اور تاریخی موضوعات پر ہونے والی گفتگو کو نوٹ کر لینا ان دنوں میرا خاص مشغلہ تھا۔ چنانچہ بیگم افضل حق صاحبہ کے بیان کردہ واقعات بھی کچھ تو اپنی روزمرہ ڈائری کے طفیل اور کچھ چودھری افضل حق مرحوم پر لکھنے کے ارادہ سے نوٹ کر لیا کرتا تھا۔

ان طویل و مختصر ملاقاتوں کے علاوہ دو ایک مرتبہ میں نے ان سے باقاعدہ سوالات بھی کیے۔ ان سوالات کے جو جواب انھوں نے دیے قریب قریب وہ تمام میں نے ایک مضمون کی شکل میں مرتّب کر لیے۔ یہ غالباً مئی یا جون ۱۹۸۳ء کی بات ہے میں ان دنوں ساہیوال میں غلہ منڈی کے علاقہ میں رہتا تھا مجھے خوب یاد ہے میں بیگم افضل حق صاحبہ سے مل کر لاہور سے سیدھا ساہیوال ہی گیا تھا۔ وہاں جا کر میں نے اپنے رف مسودہ (نوٹس) کو صاف کیا اور بیگم افضل حق صاحبہ کے دیئے ہوئے جوابات کو مضمون کی شکل میں مرتّب کیا اس وقت یہ مضمون شائع کروانے کے ارادہ سے مرتب کیا گیا لیکن بعد ازاں غالباً مصروفیات یا مضمون کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے باعث یہ مضمون اشاعت کے لیے نہ بھیجا جا سکا۔

خدا کو جو منظور! شاید یہ انٹرویو ان کی وفات کے بعد شائع ہونے کے لیے ہی اس وقت اشاعت کے مراحل سے دور رہا، آیئے! ایک مخلص انسان کی نہایت درجہ صابرہ شاکرہ اور محترمہ رفیقۂ حیات کے آئینہ کے خیالات میں ان کی شخصیت کا عکس تلاش کیجئے

س: بیگم صاحبہ! اپنے ذاتی اور خاندانی حالات کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج: میرا نام حمیدہ بی بی ہے میرے والد کا نام چودھری چھجو خان تھا۔ میرے دادا زمیندار تھے اور انہیں کی زمینداری پر گھر کا نظام چلتا تھا۔ میرے والد کچھ نہ کرتے تھے جب میرے دادا کا انتقال ہوا تو ان کے بارہ برس بعد

میرے والد صاحب بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، اس وقت لڑکیوں کی شادی چھوٹی عمر میں ہی کردی جاتی تھی میری شادی بھی اسی رواج کے مطابق ہوئی تھی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے عطا کیے۔ بڑا بیٹا شمس الحق ساہیوال میں وکیل تھا اس کا ابھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوگیا۔ اس سے چھوٹا ضیاء الحق ہے تیسرے بیٹے کا نام اظہار الحق ادیب ہے وہ پاک آرمی میں ہے اور راولپنڈی میں رہتا ہے، سب سے چھوٹا قمر الحق بادشاہ (۱) ہے جو یہاں لاہور میں میرے پاس ہی ہے۔ میری دو بیٹیاں معروف اور بلقیس بھی لاہور میں ہیں ایک بیٹی نجم امریکہ گئی ہوئی ہے۔

س: قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں آپ کی رہائش کن کن مقامات پر رہی؟

ج: ہمارا اپنا کوئی ذاتی گھر نہیں تھا، جب سے چودھری صاحب کی سیاسی مصروفیات لاہور میں شروع ہوئیں اس وقت سے ہی ہم دفتر احرار بیرون دہلی دروازہ کی بالائی منزل پر رہتے تھے، ہمارے اپنے گھر کے معاشی حالات کچھ زیادہ بہتر نہ تھے، لیکن میرے بھائی اور والدین (چودھری صاحب کا سسرال) کا گھرانا ایک مالدار اور کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔ ویسے تو شروع میں چودھری صاحب بھی تنگ دست نہیں تھے لیکن بعد میں جب وہ احرار کے ہو کر رہ گئے تو ہمارے معاشی حالات کمزور ہوگئے تھے۔ خیر میرے بھائی صاحب نے امرتسر میں ایک قطعہ زمین خرید کر ہمیں دیا تھا کہ اس پر جو جی میں آئے تعمیر کرلو، میں اکثر چودھری صاحب سے کہا کرتی کہ وہاں اپنا مکان بنوالیں کہ کم از کم اپنا مکان تو ہو لیکن انکی طبیعت میں بہت استغنا تھا، انھوں نے کبھی ان چیزوں کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ میرے بار بار کے اصرار کا جواب مجھے یہ کہہ کر دیا کرتے تھے کہ ''جہاں رہ رہے ہیں یہ مکان نہیں؟'' تو میں خاموش ہوجاتی۔

س: قیام پاکستان کے بعد آپ کو اس سلسلہ میں کیا دشواریاں پیش آئیں؟

ج: قیام پاکستان کے بعد سب لوگ اپنے اپنے چکروں میں لگ گئے تھے، ہمارے مکان ورہائش کے لیے کسی نے کچھ نہ کیا چودھری صاحب تو ۱۹۴۴ء میں فوت ہوگئے تھے۔ اس وقت تو ہم احرار کے دفتر میں کچھ عرصہ رہے پھر عزیزوں، رشتہ داروں کے ہاں چلے گئے جب کلیم داخل ہوئے تو میرے پاس امرتسر کی اراضی کا کوئی ثبوت وغیرہ نہیں تھا۔ چودھری صاحب کے کاغذات بھی غائب ہوگئے تھے۔ ان دنوں امرتسر کے میونسپل کمشنر نے جن کا نام رضوانی صاحب تھا۔ یہاں رقعہ بھیجا کہ امرتسر میں ان کی اراضی تھی، اس کے بدلے میں پھر ہمیں یہ مکان ملا۔ میں اس میونسپل کمشنر کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتی، اگر وہ رقعہ نہ بھیجتا تو ہمیں یہاں کون مکان دلواتا۔ ویسے تو سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن اللہ نے اُسے ذریعہ بنایا میں اس کی احسان مند ہوں۔

س: آپ نے چودھری صاحب کے کاغذات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ کیسے گم ہوگئے تھے؟

(۱) چند برس قبل ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

ج: چودھری صاحب کے کاغذات کی تین الماریاں بھری ہوئی تھیں، ان کے انتقال کے بعد میں اپنے بچوں کو لے کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی جب واپس آئی تو الماریوں کے کُنڈے ٹوٹے ہوئے تھے اور الماریاں خالی تھیں حالانکہ میں تالے لگا کر گئی تھی۔

س: آپ نے کبھی عملی سیاست میں بھی حصہ لیا خواہ وقتی طور پر ہی سہی۔

ج: نہیں! میں نے کبھی عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا نہ ہی کبھی کوئی سیاسی دلچسپی لی، بس گھر میں رہا کرتی تھی، گھر کی مصروفیات میں اتنا وقت کہاں ملتا تھا اور نہ ہی یہ ہماری خاندانی روایات کے مطابق تھا۔

س: چودھری صاحب کے اپنے عہد کے قریباً تمام سیاسی راہنماؤں کے ساتھ تعلقات تھے، ان میں سے چند نام جو بطورِ خاص آپ کے ذہن میں آتے ہوں جنھیں ہم چودھری صاحب کے خاص احباب میں شامل کر سکیں۔

ج: ویسے تو چودھری صاحب کے سب سیاسی لیڈروں کے ساتھ تعلقات تھے، علامہ عنایت اللہ مشرقی اور ڈیوس روڈ کے ڈاکٹر بشیر، چودھری صاحب کے کلاس فیلو تھے۔ غلام رسول مہر وغیرہ بھی ان کے دور میں دیال سنگھ کالج میں پڑھتے تھے لیکن چودھری صاحب کو اپنے احباب میں سب سے زیادہ محبت شاہ صاحب (سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم) سے تھی، کبھی کبھی شاہ صاحب کے باہر کا دورہ منسوخ کرا دیتے اور پھر اپنی اس ''شرارت'' پر خوش ہوتے تھے۔ ویسے ان کے سب سے زیادہ تعلقات، ہنسی مذاق وغیرہ کے علامہ حسین میر کاشمیری سے تھے، ان کے گھر والوں کے ساتھ بھی ہمارے گھرانے کے تعلقات تھے بلکہ علامہ کی بیٹیوں سے اب بھی ہمارا گہرا تعلق ہے۔

س: اس سلسلے میں اور کچھ نام جو آپ کو یاد ہوں

ج: ہمارے گھر ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈر آتے تھے، دفتر احرار میں دو مرتبہ قائداعظم آئے، پنڈت نہرو ہمارے گھر آئے، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر اور بہت سے لیڈر آتے تھے میں تو خیر سخت پردہ کرتی تھی، ہمارے گھرانوں میں پردہ کی بہت پابندی تھی بالکل شرعی احکام کے مطابق پردہ ہوتا تھا، چودھری صاحب سے ہی سب کچھ پتہ چلتا تھا۔

س: سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے ساتھ چودھری صاحب کے تعلق پر کچھ ارشاد فرمائیں

ج: ہمارے گھر میں سب سے زیادہ تذکرہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ہوتا اور چودھری صاحب کو بھی سب سے زیادہ انس انہی سے تھا، وہ بڑے اخلاص والے اور دوسروں کا خیال رکھنے والے انسان تھے جب بھی آتے، چودھری صاحب سے کہتے کہ میری بہن سے کہو کہ میرے لیے کوئی چیز نہ پکائے جو روکھی سوکھی موجود ہے وہ لے آؤ، چودھری صاحب اندر آ کر مجھے بتاتے میں کہا کرتی کیوں! میں اپنے بھائی کے لیے تازہ کھانا تیار کروں گی۔ میں اسی وقت تازہ روٹی پکاتی اور جو کچھ مجھ سے ہوسکتا کیا کرتی تھی مجھے شاہ صاحب سے عقیدت تھی اس

لیے کہ میں ان کی تقاریر ضرور سنتی تھی۔ ویسے تو ہم عورتوں کو باہر کی دنیا کا کچھ پتا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب شاہ صاحب کی تقریر ہوتی تو میں ضرور سننے جایا کرتی۔

س: اس دور میں جو کہ احرار اور چودھری صاحب کے عروج کا زمانہ تھا کیا چودھری صاحب کے علامہ اقبال کے ساتھ بھی تعلقات تھے؟

ج: میرے علم میں تو ان کے کوئی خاص تعلقات نہیں، بس کبھی کبھی ملاقات ہوتی تھی۔ وہ بھی سیاسی مسئلوں پر۔

س: آپ کی اولاد میں سے چودھری صاحب کا ذوق کسی میں پیدا ہوا؟

ج: نہیں، میرے بچوں میں کسی کو بھی چودھری صاحب والا ذوق نہیں ملا۔ ویسے اللہ کا شکر ہے سب کے سب پڑھے لکھے اور سمجھدار ہیں لیکن چودھری صاحب والے شوق کسی میں نہیں۔

س: چودھری صاحب کی زندگی کے آخری ایام کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟

ج: وفات سے کچھ عرصہ پہلے وہ علیل ہوگئے۔ دفتر احرار میں روزانہ ان کی عیادت کے لیے لوگ آتے تھے لیکن زیادہ تر انھیں ملنے سے روک دیا جاتا تھا۔ عام طور پر ڈاکٹر عبدالقوی لقمان اُن کا علاج کرتے تھے۔ انھوں نے چودھری صاحب کو ایک گولی نمبر ۶۹۳ دے دی۔ اس پر بعد میں ڈاکٹر یوسف اور ڈاکٹر بشیر (سابق انچارج میوہسپتال) نے انھیں کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ چودھری صاحب دمے کے مریض تو تھے ہی انھیں زکام ہوا، پھر کھانسی ہوگئی۔ آخری رات ڈاکٹر بشیر اور ڈاکٹر یوسف پوری کوشش کرتے رہے لیکن وقت مقررہ آچکا تھا۔ چودھری صاحب ۸ اور ۹ ر جنوری ۱۹۴۲ء کی رات اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذیل میں چودھری افضل حق مرحوم کی اہلیہ کے وہ جوابات درج کیے جارہے ہیں جن کا تعلق خارجی معلومات کی بجائے افضل حق کے مزاج اور ان کی مرحومہ اہلیہ کے محسوسات سے ہے۔

س: محترمہ! عام طور پر بڑے لوگوں کے ساتھ المیہ دیکھا گیا ہے کہ ان کے اہل خانہ ان کے ادبی، قومی یا سیاسی مقام سے بے خبر ہوتے ہیں یا انھیں اِن امور سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، کیا چودھری صاحب کے ساتھ بھی ایسا معاملہ رہا؟

ج: نہیں، چودھری صاحب کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔ میں نے تو اپنے آپ کو اس اعتبار سے ہمیشہ خوش قسمت سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان جیسے عظیم آدمی کا ساتھ عطا کیا۔ ویسے تو مختلف امور کے سلسلہ میں ان کی بڑائی کا احساس ہوتا رہتا تھا لیکن جب وہ مالی اعتبار سے بے نیازی کا مظاہرہ کرتے تھے جیسے مکان وغیرہ کی طرف سے ان کی بے نیازی تو اس سے ان کے استغنا اور اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان کا اندازہ ہوتا تھا۔ اللہ پر ان کا ایمان بہت مضبوط تھا۔ اسی وجہ سے وہ دنیا کی سب چیزوں کو عارضی سمجھتے تھے اور ان کاموں کو ترجیح دیتے تھے جو

آخرت کے لیے کیے جائیں۔

س: آپ کے ساتھ ایک شوہر کی حیثیت سے ان کا طرزِ عمل کیسا تھا؟

ج: اس بارے میں، میں آپ کو کیا کچھ بتاؤں۔ بس یہی کہہ سکتی ہوں کہ وہ ایک فرشتہ تھے۔ انھوں نے کبھی مجھ سے کسی گھریلو معاملے میں باز پرس نہیں کی۔ بڑا اعتماد کرتے تھے۔ کبھی نہیں پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا اور یہ کیوں نہ کیا بلکہ گھر کے معاملات میں انھوں نے مجھے مکمل اختیار دے رکھا تھا اور اس بارے میں مجھ سے کبھی پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے، کبھی کبھی حساب کتاب لیتے تھے۔

س: گھر میں چودھری صاحب کا عام رویہ کیسا ہوتا تھا؟ کیا وہ گھر میں لیڈر بن کر رہتے تھے یا گھل مل جاتے تھے؟

ج: وہ گھر میں اپنی سوچوں میں گم رہتے تھے۔ ان کا مزاج درویشانہ تھا۔ انھیں اپنا زیادہ ہوش نہیں ہوتا تھا۔ بس کھوئے کھوئے سے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ انھیں اپنے بچوں کی بھی زیادہ فکر نہیں ہوتی تھی۔ بچوں کی ذمہ داری ان کے چچا پر ڈالی ہوئی تھی۔ باقی عام نگہداشت میرے ذمے تھی۔

س: چودھری صاحب بچوں سے پیار زیادہ کرتے تھے یا کتابوں سے؟

ج: اس کے بارے میں کوئی ایک فیصلہ نہیں کر سکتی۔ گھر میں ان کی حالت تو میں نے پہلے بتادی ہے لیکن بچوں سے پیار کرتے تھے۔ اگرچہ وہ سارا وقت کتابوں میں ہی گزارتے تھے۔ کبھی پڑھ رہے ہیں کبھی لکھ رہے ہیں۔ جب لکھتے لکھتے تھک جاتے تو مجھے آواز دیتے اور خود لیٹ جاتے اور مجھے لکھواتے اور میں لکھتی رہتی۔

گھر میں ہوتے ہوئے اگرچہ بچوں کی طرف ان کا زیادہ دھیان نہیں ہوتا تھا، لیکن پھر بھی بچوں پر ان کا رعب تھا۔ بچوں کے متعلق ان کا سب سے بڑا اصول یا حکم جو تھا وہ یہ کہ جھوٹ نہ بولیں، جھوٹ سے انھیں نفرت تھی۔ اتنی نفرت کرتے تھے کہ اس قدر نفرت کسی چیز سے نہ تھی، غلطی معاف کر دیتے تھے لیکن جھوٹ کو کبھی معاف نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ اس کی سخت سزا دیا کرتے اور باہر بھی جھوٹے آدمی پر کبھی اعتماد نہیں کرتے تھے۔

س: جب چودھری صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہو کر گھر آتی تھی تو اس وقت ان کا کیا طرزِ عمل ہوتا تھا آیا وہ افرادِ خانہ کو دکھاتے تھے یا خاموشی سے ایک گوشے میں رکھ دیتے تھے۔

ج: بچے تو ان کی زندگی میں بہت چھوٹے تھے، بچوں کے علاوہ گھر میں مَیں ہی تھی، میں کتاب چھپنے سے پہلے ہی پڑھ لیا کرتی تھی جب وہ لکھتے لکھتے تھک جاتے تو مجھے بلا کر خود بولتے اور میں لکھتی تھی اس طرح شائع ہونے سے پہلے ان کی اکثر کتابیں میں پڑھ چکی ہوتی تھی۔ اس لیے جب کوئی نئی کتاب شائع ہوتی تو لا کر چپ چاپ ایک طرف رکھ دیتے تھے۔

س: چودھری صاحب کی تحریر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟